حرف آغاز

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ

——— سید جلال الدین عمری

معاصر ماہ نامہ 'افکارِ ملی' نئی دہلی، بیسویں صدی کی سو (۱۰۰) اہم شخصیات پر خاص نمبر نکال رہا ہے۔ اس کے ایڈیٹر ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب کی خواہش پر میں نے مولانا صدرالدین اصلاحی مرحوم پر ایک مضمون لکھا، لیکن صفحات کی تنگ دامنی کی وجہ سے یہ مضمون شاید اختصار کے ساتھ ہی اس میں جگہ پا سکے گا۔ ادارۂ تحقیق اور 'تحقیقاتِ اسلامی' سے مولانا مرحوم کے تعلق کا تقاضا محسوس ہوا کہ یہ پورا مضمون سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی میں شایع ہوجائے اس سے قبل مولانا کے انتقال کے دو ایک ماہ بعد ہی راقم نے جنوری۔ مارچ ۱۹۹۹ء کے شمارے میں مولانا پر ایک مضمون لکھا تھا۔ پیشِ نظر مضمون میں سابقہ مضمون کے ضروری اقتباسات حذف و اضافہ کے ساتھ لے لیے گئے ہیں، البتہ مولانا کی تصنیفات کا تعارف پہلے مضمون میں نہیں ہوسکا تھا۔ اس مضمون میں ان کا مختصر تعارف دیا گیا ہے (جلال الدین)

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی امت مسلمہ کو جو چند علمی شخصیات ملیں ان میں ایک نمایاں شخصیت مولانا صدرالدین اصلاحی کی تھی ۔ مولانا اپنے علم وفہم اور دینی بصیرت کے لحاظ سے برصغیر ہی کے نہیں عالم اسلام کے ممتاز فرد تھے ، لیکن اپنی خاموش طبعی اور استغناء کی وجہ سے ملکی ، سیاسی اور ملی سرگرمیوں میں کم ہی نظر آتے تھے ، حالاں کہ ان سے کم تر سطح کے اور چھوٹے قد کے لوگ ابھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی موقع ملے، نمایاں ہونے اور اپنے وجود کا احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مولانا اسے سخت ناپسند کرتے تھے۔ مولانا کی شخصیت اس سے بہت بلند تھی۔

مولانا کا سراپا

مولانا کا رنگ گندمی تھا۔ دبلے پتلے، چھریرے بدن کے اور کشیدہ قامت تھے۔ انتقال تک بھی اس سرو قدی میں فرق نہیں آیا تھا۔ گفتگو آہستہ آہستہ اور رک رک کر کرتے تھے، چلتے تیز قدم تھے۔ غذا اور لباس میں بڑی سادگی تھی۔ آخری دور میں صاحب زادگان کی توجہ سے غذا میں تھوڑا سا اہتمام ہونے لگا تھا۔ اس کی ایک وجہ علالت بھی تھی۔ لباس سادہ ہی رہا۔ بغیر کالر کے قمیص اور تنگ موری کا پائجامہ اور کپڑے کی ٹوپی عام لباس تھا۔ سردیوں میں زیادہ تر گرم چادر اوڑھے رہتے۔ موسم کے لحاظ سے شیروانی بھی استعمال میں رہتی۔ ایک وہ وقت بھی ان آنکھوں نے دیکھا ہے کہ اپنی دس بارہ سال پرانی شیروانی الٹ کر سلوائی تھی۔ اس وجہ سے کاج اور بٹن کا رخ بدل گیا تھا۔ ہنس کر فرمایا: بہت پرانی شیروانی ہے، لیکن ابھی تک گرم ہے۔ لکھنے کے لیے ہمیشہ پین (Pen) استعمال کرتے۔ کبھی کبھی پنسل سے بھی کام لیتے۔ خط بہت نفیس اور عمدہ تھا۔ تحریر بالکل صاف اور واضح ہوتی۔ ایک ایک نقطہ اور شوشہ اپنی جگہ پر ہوتا۔

مولانا بہت زیادہ سوشل نہیں تھے۔ کسی قدر کم آمیز تھے لیکن مزاج میں خشکی بالکل نہ تھی حلقہ احباب میں خاصے بے تکلف ہوتے اور بہت کھل کر باتیں کرتے۔ مولانا کی زندگی میں نماز با جماعت کا خاص اہتمام تھا۔ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی مسجد جانے اور جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کرتے۔ بہت ہی مجبوری یا غیر معمولی نقاہت ہی کی صورت میں گھر پر نماز ادا فرماتے۔ آخر عمر میں نماز میں خشوع اور انابت کی کیفیت زیادہ محسوس ہونے لگی تھی۔ مسنون اذکار اور دعاؤں کا بھی ممکنہ حد تک اہتمام کرتے۔

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا صدرالدین اصلاحی ۱۹۱۶ء میں اعظم گڑھ کے ایک گاؤں سیدھا سلطان پور میں پیدا ہوئے۔ مولانا کے والد جلیل احمد خان مرحوم حافظ قرآن تھے اور زندگی بھر

درس وتدریس میں لگے رہے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم موضع بندول (علامہ شبلی نعمانی کا وطن) میں ہوئی جو آپ کا ننھیال تھا۔ بلریا گنج سے مڈل پاس کیا۔ ۱۹۲۹ء میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لیا (نمبر داخلہ ۱۲۰۹) اور ۱۹۳۷ء میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں بھی بہ حیثیت طالب علم رہے۔ لیکن اس کی مدت چند دنوں سے زیادہ نہیں رہی۔

مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی سے تعلق

مولانا صدرالدین اصلاحی کو دور طالب علمی ہی سے تحریر وتصنیف کا ذوق رہا۔ یہی ذوق مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی سے تعلق کا ذریعہ بنا۔ مولانا کا مقالہ 'مسلمان اور امامت کبریٰ' ۱۹۳۷ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن جیسے وقیع رسالہ میں شائع ہوا (یہ مقالہ پورے ساٹھ برس بعد ۱۹۹۸ء میں مولانا کے صاحب زادے عزیزم رضوان احمد فلاحی کے اہتمام سے کتاب کی شکل میں شائع ہوا ہے) مولانا مودودیؒ کی مردم شناس نگاہوں نے دیکھ لیا کہ اس نوجوان میں تحریر کی غیر معمولی صلاحیت ہے اور وہ دین کا بہترین خادم بن سکتا ہے۔

اسی زمانہ کی بات ہے کہ چودھری نیاز علی صاحب نے اپنی بہت بڑی جائیداد (جمال پور، پٹھان کوٹ) وقف کی اور مولانا مودودی کو پیش کش کی کہ وہ وہاں اپنے منصوبہ کے مطابق کام کریں۔ چناں چہ مولانا ۱۸؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو حیدر آباد سے جمال پور، پٹھان کوٹ پہنچ گئے اور اکتوبر ۹۳۸ء میں تحریک دارالاسلام کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔ اسی عرصہ میں مولانا مودودی کی دعوت پر مولانا صدرالدین اصلاحی دارالاسلام پہنچے۔ ادھر چودھری نیاز علی صاحب کی بعض شرائط اور پابندیوں کو مولانا مودودیؒ نے پسند نہیں کیا اور اختلافات کی بنا پر ۲۶؍ جنوری ۱۹۳۹ء کو جمال پور کو خیر آباد کہہ کر لاہور منتقل ہوگئے۔ مولانا صدر الدین اصلاحی بھی لاہور تشریف لے گیے، لیکن جلد ہی چودھری نیاز علی صاحب نے مولانا مودودیؒ کی شرائط تسلیم کرلیں اور جمال پور واپس

آنے کے لیے اصرار کیا۔ مولانا مودودیؒ دوبارہ ۱۵/ جون ۱۹۴۲ء کو جمال پور لوٹ آئے۔ جب تقسیم کے ہنگامے شروع ہوئے اور پوری بستی فساد کی لپیٹ میں آ گئی تو مولانا کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ یکم ستمبر ۱۹۴۷ء کو لاہور منتقل ہونا پڑا۔

مولانا صدرالدین اصلاحی ۱۹۴۰ء تک مولانا مودودیؒ کے ساتھ رہے۔ غالباً ۱۹۴۱ء میں اپنے وطن سیدھا سلطان پور لوٹ آئے اور اپنے استاذ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کے مشورہ سے رنگون (برما) کے ایک دینی مدرسہ دارالعلم جمعیۃ العلماء برما میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کردیں۔ ۲۶/اگست ۱۹۴۱ء کو لاہور میں جماعت اسلامی کی تشکیل عمل میں آئی اور مولانا مودودیؒ امیر جماعت مقرر ہوئے۔ مولانا مودودی نے خط لکھ کر مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب کو اطلاع دی کہ وہ جماعت کے رکن بنا لیے گئے ہیں۔ مولانا کبھی کبھی مذاق میں کہا کرتے تھے کہ میں جماعت کا بے ضابطہ رکن ہوں۔ مولانا نے جماعت سے اپنے تعلق کا ذکر ایک جگہ اس طرح کیا ہے:

''میری رکنیت کہئے یا تحریکی وابستگی قبل از تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی ۱۹۳۹ء کے اوائل سے۔ جماعت اسلامی کے قیام سے دو ڈھائی برس پہلے اسی کام کے لیے جس کی خاطر جماعت اسلامی اگست ۱۹۴۱ء میں قائم کی گئی 'دارالاسلام' کے نام سے ایک تحریک کا قیام بمقام جمال پور نزد پٹھان کوٹ پانچ افراد کی تجدید شہادت سے عمل میں آیا تھا۔ ان پانچوں ارکان میں سے ایک یہ ناکارہ بھی تھا۔ بعد میں جب اسی تحریک کا نقش ثانی جماعت اسلامی کے نام سے قائم ہوا تو میں ان دنوں رنگون میں تھا اس کے باعث جماعت کے تاسیسی اجتماع میں شرکت نہیں کر سکا تھا۔ بعد میں مولانائے مرحوم و مغفور نے مجھے اس کی اطلاع دیتے ہوئے میری اسی رکنیت 'تحریک دارالاسلام' کو جماعت اسلامی کی رکنیت قرار دیا تھا۔''

۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم ثانی چھڑ گئی جو ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ اس سے پوری دنیا کے حالات ہی دگر گوں ہو گئے۔ مولانا برما سے ہندوستان لوٹ آئے۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں جماعت کا کل ہند اجتماع اس کے مرکز جمال پور پٹھان کوٹ میں منعقد ہوا۔

مولانا نے اس میں شرکت کی۔ تقسیم سے پہلے ہی دونوں طرف کے حالات ابتر ہونے لگے اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مولانا وطن واپس آگئے اور مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے وابستہ ہوگئے اور تین سال تک قرآن مجید اور ادب عربی کی تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا مودودیؒ نے پاکستان پہنچنے کے بعد، جب حالات کسی قدر معمول پر آئے تو مولانا صدرالدین مرحوم کو پاکستان آنے کی دعوت دی اور غالباً اس کا انتظام بھی فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ آپ ہندوستان ہی میں رہیں اور یہاں کی جماعت کی خدمت انجام دیں۔

مولانا صدرالدین اصلاحی کو مولانا مودودیؒ کی بہت زیادہ صحبت اور رفاقت حاصل نہیں رہی، لیکن انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت اور ذہانت کی بنا پر مولانا مودودی کے فکر کو جلد ہی پوری طرح جذب کرلیا اور وہ ہندوستان میں اس کے بہترین ترجمان بن کر ابھرے۔ انہوں نے تحریک کے انقلابی فکر کو، جو اصلاً اسلامی فکر ہی ہے، قرآن و حدیث سے مدلّل اور مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں دین کے اجتماعی اور سیاسی پہلوؤں پر زور ملتا ہے۔ اسے انہوں نے بھرپور طریقہ سے پیش کیا ہے۔ مولانا صدرالدین اصلاحی کی تصنیفات میں فرد کی ذات اور اس کے ذہن و فکر اور سیرت کی تعمیر خاص طور پر زیر بحث رہی ہے۔ اس طرح ایک لحاظ سے مولانا صدرالدین اصلاحی کی تحریریں مولانا مودودیؒ کے فکر کی تکمیل کرتی ہیں۔

جماعت اسلامی ہند کے قیام میں مولانا کا حصہ

تقسیم ہند کے بعد ۱۶/تا ۱۸/اپریل ۱۹۴۸ء میں ہروارہ (الہ آباد) میں جماعت اسلامی ہند کی تشکیل عمل میں آئی اور مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت منتخب ہوئے۔ اس تاریخی اجتماع میں مولانا نے شرکت فرمائی۔ چند ماہ تک جماعت کا مرکز مدرسۃ الاصلاح سرائے میر رہا۔ اس کے بعد ملیح آباد مرکز بنا لیکن وہاں سے بھی اکتوبر ۱۹۴۹ء میں مرکز رام پور منتقل ہوگیا۔ مولانا بھی جماعت کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے جلد ہی رام پور منتقل ہوگئے اور اب وہ جماعت کے لیے فارغ اور یکسو تھے۔

جماعت میں مولانا کا مقام اور ذمہ داریاں

مولانا جماعت کے مانے ہوئے فکری قائد اور راہنما تھے۔ ان کی فکری عظمت اور بلندی مسلّم تھی۔ وہ جماعت کی فکر کو پوری طرح جذب کئے ہوئے تھے۔ وہ ان نمایاں افراد میں تھے جو اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی اور اس کے مقصد اور نصب العین کی طرف راہ نمائی کر سکتے تھے۔ جماعت میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا تھا۔ جماعت کا دستور اور مزاج جمہوری ہے۔ اس لیے اختلاف رائے کی یہاں ہمت شکنی ہوتی ہے نہ اسے ناپسندیدہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود مولانا نے ہمیشہ مولانا ابواللیث صاحب کا ساتھ دیا اور ان کا تعاون کیا۔ مولانا ابواللیث صاحب کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے تمام علمی اور جماعتی وقار کے باوجود اپنی تحریریں اشاعت سے پہلے اپنے رفقاء خاص کو دکھلایا کرتے تھے۔ ان میں مولانا صدرالدین صاحب نمایاں تھے۔ مولانا ابواللیث صاحب مولانا کے مشوروں کو اہمیت دیتے، بلکہ بالعموم ان کی تصحیحات اور ترمیمات کو قبول فرماتے۔

تقسیم ہند کے فوراً بعد مولانا مودودی نے ہندوستان کے لیے جو شوریٰ نام زد کی تھی اس میں مولانا صدرالدین صاحب کا بھی نام تھا۔ ۱۹۴۸ء میں جب جماعت اسلامی ہند کا قیام عمل میں آیا اور اس کا اپنا علیحدہ نظم قائم ہوا، اس وقت سے ۱۹۹۴ء تک مولانا جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ جماعت کی پالیسی کی تشکیل میں مولانا کا خاص ہاتھ رہا ہے۔ آخری دور میں مسلسل علالت اور صحت کی خرابی کی وجہ سے شوریٰ کے لیے مولانا کا انتخاب عمل میں نہیں آیا۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا مولانا شوریٰ کے اجلاسوں میں پابندی سے شریک ہوتے رہے۔ جب صحت و تندرستی نے ساتھ چھوڑ دیا تو بالواسطہ ان کے مشورے جماعت کو حاصل رہے۔ اس میں انہوں نے کبھی کمی نہیں کی۔ وہ اعظم گڑھ کے ایک قصبہ پھول پور میں رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود ملک و ملت کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ ہر بات مستحضر رہتی۔

جب کوئی مسئلہ چھڑ جاتا تو اس کی پوری تفصیلات بیان کرتے۔ جماعت کا ماضی اور حال ان کے سامنے تھا۔ ان کی رائیں بڑی مدلل ہوتیں۔ ان کی رائے سے اختلاف ہو بھی تو اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

۱۹۵۶ء میں جماعت کی مجلس نمائندگان وجود میں آئی۔ ہر چار سال بعد اس کا انتخاب ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس کے رکن رہے۔ جماعت کے بالکل ابتدائی دور (۴۸ء) میں جب مولانا کا قیام مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں تھا وہ حلقہ مشرقی یوپی کے قیم مقرر کئے گئے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں مولانا ابواللیث صاحب کی اسیری کے زمانہ میں چھ ماہ تک وہ کل ہند امیر جماعت بھی رہے۔ حلقۂ اتر پردیش کی شوریٰ کے بھی طویل عرصہ تک رکن رہے۔

جماعت کے کل ہند یا بڑے اجتماعات میں مولانا کے دروس یا مقالات شامل ہوتے۔ جماعت کا پہلا کل ہند اجتماع اپریل ۱۹۵۱ء میں رام پور میں ہوا تھا۔ اس میں مولانا کے دو درسِ قرآن ہوئے۔ دوسرے بڑے اجتماعات میں بھی مولانا کے دروس کا سلسلہ رہا ہے۔ بعض اوقات اس طرح کے بڑے اجتماعات کے لیے طویل مقالات بھی لکھے۔ جماعت کے دوسرے کل ہند اجتماع منعقدہ حیدرآباد نومبر ۱۹۵۲ء میں مولانا نے 'اسلام کے نظامِ معیشت' کے عنوان سے اپنا قیمتی مقالہ پیش فرمایا، جو نظر ثانی کے بعد کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اسی طرح ۲۰/تا ۲۲/فروری ۱۹۸۱ء کے اجتماع حیدرآباد کے لیے 'مسلمان اور دعوت اسلام' کے نام سے مقالہ لکھا۔ مقالہ طویل تھا اس لیے اس کے ضروری حصے راقم الحروف نے اجتماع میں سنائے۔ اس مقالہ کی کتابچہ کی شکل میں برابر اشاعت ہو رہی ہے۔

مولانا نے جماعت کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔ ہر نشیب و فراز میں اس کا ساتھ دیا۔ اس کے لیے ایک سے دو مرتبہ قید و بند کی تکلیف برداشت کی، لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۵۴-۱۹۵۵ء میں سیفٹی ایکٹ کے تحت سال بھر نظر بند رہے اور دوسری مرتبہ ایمرجنسی میں ڈی۔ آئی۔ آر اور میسا

میں بائیس ماہ گزارے۔ جماعت ان کے فکر وعمل کا محور تھی۔ اس کے علاوہ کسی چیز سے انھیں حقیقی دل چسپی نہ تھی۔ وہ ان کے غور وفکر اور گفتگو کا مستقل موضوع بنی رہی اور ہمیشہ اس کے استحکام وترقی کے لیے فکرمند رہے۔ وہ اسے امت کی سربلندی اور اس ملک میں اقامتِ دین کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ تحریکوں میں ایسے افراد کی بنیادی اہمیت ہوتی ہے اور وہ اس کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، جو صاحب فکر اور صاحب الرائے ہونے کے ساتھ مخلص اور باکردار بھی ہوں، جن کو دیکھ کر تحریک کی پوری تصویر ابھر آئے اور جو تحریک میں مرجع کی حیثیت رکھتے ہوں۔ مولانا کا شمار جماعت کے ان ہی افراد میں ہوتا تھا۔

بعض اور ذمہ داریاں

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ ادارۂ تصنیف جماعت اسلامی ہند کے صدر تھے۔ جب ایک آزاد سوسائٹی کے تحت ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی وجود میں آیا تو اس کے بھی پہلے صدر وہی تھے۔ جماعت نے پچاس کی دہائی میں جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی دینی تعلیم کے لیے 'ثانوی درس گاہ' قائم کی، تاکہ ایک ایسی ٹیم تیار ہو جو جدید علوم کے ساتھ دینی علوم سے بھی آراستہ ہو اور آج کے دور میں اسلام کو فکری اور علمی سطح پر پیش کرسکے۔ یہ درس گاہ کئی سال تک چلی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ اس کی نظامت مولانا ہی کے حوالہ ہوئی۔ مولانا نے اپنے رفقاء سے مشورہ کے بعد اس کا چہار سالہ نصاب مرتب کیا جس میں خاص طور پر قرآن مجید، حدیث، فقہ اور ادب عربی پر زور تھا۔ اس طرح کے ادارہ کی ضرورت واہمیت پر مقالہ لکھا جو اس نصاب کے ساتھ شائع ہوا۔ پھول پور کے قیام کے دوران مشہور دینی درس گاہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ کے آٹھ برس (۱۸/اپریل ۸۲ء۔ ۳/مئی ۹۰ء) تک ناظم رہے۔ دعوت ٹرسٹ دہلی اور بورڈ آف اسلامک پبلی کیشنز کے ممبر تھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اساسی ارکان میں شامل تھے۔

ادارۂ تحقیق سے تعلق

۱۹۸۰ء کے اواخر میں جماعت کی اجازت سے ادارۂ تصنیف جماعت اسلامی ہند کو آزاد ادارہ کی حیثیت دی گئی اور ایک رجسٹرڈ سوسائٹی کے طور پر اس کا قیام عمل میں آیا۔ پہلے اس کا نام ادارۂ تصنیف اسلامی اور بعد میں اس عاجز کے مشورہ سے ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی تجویز ہوا۔ مولانا اس کے صدر اور خاک سار سکریٹری مقرر ہوا۔ ۱۹۷۰ء ہی سے مولانا کا قیام زیادہ تر پھول پور میں رہنے لگا۔ سال میں دو ایک بار ہفتہ دس دن کے لیے علی گڑھ تشریف لاتے۔ یہ سلسلہ بھی زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہ سکا۔ اپنی مسلسل علالت اور علی گڑھ سے فاصلہ کی وجہ سے اکتوبر ۱۹۸۵ء میں مولانا نے ادارہ اور اس کی ذمہ داری سے باصرار سبک دوشی اختیار کرلی اور برادر محترم مولانا محمد فاروق خاں صاحب صدر مقرر ہوئے۔ ۲۰۰۱ء میں ادارہ کے صدر کی حیثیت سے اس عاجز کا انتخاب عمل میں آیا اور ڈاکٹر فضل الرحمان فریدی سکریٹری بنائے گئے۔

سہ ماہی تحقیقات اسلامی

جنوری ۱۹۸۱ء میں مولانا کے مشورہ سے ادارہ کا ترجمان سہ ماہی 'تحقیقات اسلامی' جاری ہوا۔ مولانا کا ارادہ تھا کہ وہ قرآنیات سے متعلق کچھ نہ کچھ اس کے لیے لکھتے رہیں گے، لیکن صرف دو ایک نگارشات ہی مجلّہ کی زینت بن سکیں۔ تحقیقاتِ اسلامی کی لوح پر مولانا کا نام بہ حیثیت نگران شروع میں چھپنے لگا تو مولانا نے بار بار اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ وہ ذہنی یکسوئی چاہتے ہیں اور کسی بھی قسم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چناں چہ ایک سال کے بعد مولانا کی خواہش کے احترام میں ٹائٹل پر لفظ نگراں کی اشاعت روک دی گئی۔ ۱۹۷۰ء سے ادارہ کی علمی اور انتظامی ذمہ داریاں عملاً اس خاک سار پر تھیں اور ۱۹۸۰ء سے 'تحقیقات اسلامی' کی ادارت کی ذمہ داری بھی اسی عاجز پر ہے۔ بحمدللہ اب تک یہ بوجھ وہ کسی نہ کسی طرح اٹھا رہا ہے۔

علمی خدمات

مولانا صدرالدین اصلاحی ایک بلند پایہ مصنف اور محقق تھے۔ انھیں تصنیف و تالیف کا خداداد ذوق حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے قلم کے ذریعہ دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ مولانا نے مختلف دینی موضوعات پر لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے وہ بہت ٹھوس اور بڑی قدر و قیمت کا حامل ہے۔ مولانا کی تحریریں ان کے علم و فہم اور دینی بصیرت کی خود شہادت دیتی ہیں۔ وہ کسی موضوع پر سطحی اور دوسرے درجہ کی چیز لکھنے کے عادی نہیں تھے۔ ذیل میں مولانا کی تصانیف کا ہلکا سا تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

۱- معرکۂ اسلام و جاہلیت

یہ مولانا کے بالکل ابتدائی دور کی تصنیف ہے۔ تقسیم سے قبل لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں مولانا نے اس پر تفصیل سے نظر ثانی فرمائی اور اپنے مواد اور مشمولات کے لحاظ سے اسے بالکل نئی شکل دے دی۔ اس میں مولانا نے اسلام اور جاہلیت کا فرق واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کے درمیان فکری اور عملی کش مکش پائی جاتی ہے اور قدم قدم پر اس کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کش مکش میں ثابت قدم رہے اور کامیابی حاصل کرے۔ اردو زبان میں یہ اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر اسرار احمد خان نے کیا ہے۔ نظر ثانی شدہ کتاب اور ترجمہ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ سے شائع ہوا ہے۔

۲- اسلام-ایک نظر میں

اس کتاب میں مولانا موصوف نے اسلام کے عقائد و عبادات سے لے کر اخلاق، معاشرت اور سیاست تک تمام پہلوؤں کا جامع تعارف کرایا ہے۔ اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی یہ ایک بڑی کام یاب کوشش ہے۔ اس کتاب کا انگریزی، ہندی، بنگلہ اور ملیالم زبانوں میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

۳- دین کا قرآنی تصور

اس فکر انگیز کتاب میں مولانا نے ایک طرف تو اس غلط تصورِ دین کی مدلّل تردید

کی ہے جو مدتوں سے مسلمانوں کے اندر نفوذ کئے ہوئے ہے اور جس کی وجہ سے خدا کا دین ایک غالب نظام کے مرتبہ و مقام سے محروم ہو کر رہ گیا ہے، دوسری طرف قرآن کی روشنی میں دین کا وہ تصور نکھار کر پیش کیا ہے جو اسلام کا صحیح اور واقعی تصور ہے اور جو اہل ایمان کو اپنی منصبی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے فکر مند اور یکسو رکھ سکتا ہے۔

۴- اساسِ دین کی تعمیر

تربیت کے موضوع پر یہ بہت اہم کتاب ہے۔ اس میں توحید، آخرت، نماز اور صبر کے بارے میں مولانا نے بہت تفصیل سے اور بڑی عالمانہ بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام ان بنیادوں پر اپنے پیرووں کی مومنانہ شخصیت کی تعمیر کس طرح کرتا ہے اور انہیں کس طرح حق کی علم برداری کے قابل بناتا ہے۔

۵- حقیقتِ نفاق

تربیت کے موضوع پر مولانا کی یہ ایک اور کتاب ہے۔ قرآن مجید نے اعتقادی نفاق سے بھی بحث کی ہے اور عملی نفاق سے بھی اور دونوں کی علامتیں بھی بتادی ہیں۔ مولانا نے اپنی اس کتاب میں ان ساری باتوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس امر کی بھی نشان دہی کی ہے کہ ایمان واسلام کے دعوے کے باوجود آدمی اس مرض کا کس طرح شکار بن جاتا ہے۔

۶ - اسلام اور اجتماعیت

اسلام میں اجتماعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور کن مصلحتوں کی خاطر وہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا (سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور ٹکڑیوں میں نہ بٹ جاؤ) کی تاکید کرتا ہے؟ ملی انتشار کے کیا نقصانات ہیں؟ منظّم اجتماعیت کے بغیر دینی زندگی کس طرح ادھوری رہ جاتی ہے؟ اور مطلوبہ اجتماعیت معرض وجود میں کس طرح آتی ہے؟ یہ ہیں وہ اہم موضوعات جن سے اس عالمانہ کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

۷- فریضۂ اقامت دین

اس کتاب میں مولانا نے بتایا ہے کہ اقامتِ دین کیا ہے؟ امتِ مسلمہ کے لیے

اس کی کیا اہمیت ہے؟ آج اس فریضہ کو کس طرح پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟ اور اس کے سلسلہ میں جن خدشات کا اظہار کیا جاتا ہے وہ کتنے نا قابل توجہ ہیں؟ اپنے موضوع پر بہت ہی مدلل، دل نشیں اور ایمان افروز کتاب ہے۔

۸- تحریک اسلامی ہند

یہ کتاب ہندوستان کی اسلامی تحریک اور جماعت کا ایک مکمل اور جامع تعارف ہے۔ یہ تحریک کن حالات میں وجود میں آئی؟ وہ کیا چاہتی ہے اور کیوں چاہتی ہے؟ اس کے لیے وہ کیا ذرائع اختیار کرتی ہے؟ اس کی تنظیم کن بنیادوں پر قائم ہے؟ اس کا نظام تربیت کیا ہے؟ یہ اور اسی طرح کے دوسرے تمام سوالات کا واضح جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ 'جماعت اسلامی ہند' کو سمجھنے کے لیے یہ ایک بڑی اہم اور مستند کتاب ہے۔

۹- تیسیر القرآن

مولانا موصوف نے غیر مسلم ذہن کو سامنے رکھ کر 'تیسیر القرآن' کے نام سے ۱۹۵۱ء میں ماہ نامہ 'زندگی' رام پور میں قرآن مجید کی تفسیر بالاقساط شروع کی تھی۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر مکمل ہونے کے بعد یہ کام مختلف وجوہ سے جاری نہ رہ سکا۔ اسی زمانہ میں اس کے پہلے پارے کا ہندی ترجمہ شائع ہوا تھا۔ مولانا کے صاحب زادے عزیزم رضوان احمد فلاحی (مقیم لندن) نے تفسیر کے شائع شدہ حصہ کو مولانا کے بعض دیگر قرآنی مباحث اور مقالات کے اضافہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ اس کی اشاعت کا انتظار ہے۔

۱۰- قرآن مجید کا تعارف

یہ کتاب مولانا نے اس خیال سے لکھی تھی کہ وہ 'تیسیر القرآن' کے لیے مقدمہ کا کام دے گی۔ اب یہ مستقل کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں قرآن کریم کے نزول، اس کی تدوین، اس کے کتاب الٰہی ہونے کے دلائل اور اس کی اہم اصطلاحات کی تشریح وغیرہ تمام ضروری امور پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس لیے یہ کتاب قرآن مجید

کے تعارف کا ،خاص طور پر غیر مسلموں میں، بہترین ذریعہ ہے۔ اس کا ہندی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

ان ضخیم کتابوں کے علاوہ مولانا محترم کے حسب ذیل رسائل بھی شائع ہو چکے ہیں۔

۱۱- اسلام کا نظامِ معیشت

اس رسالہ میں زندگی کے مادی اور اخلاقی تصور حیات سے بحث کرنے کے بعد مولانا نے بتایا ہے کہ اسلام اپنے معاشی نظام کے لیے کیا اخلاقی اور قانونی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر یہ بہت ہی جامع رسالہ ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علیگڑھ نے شائع کیا ہے۔

۱۲- دین کا مطالعہ

اس کتابچہ میں مولانا نے بتایا ہے کہ دین پر عمل کر سکنے کے لیے اس کا علم ضروری ہے۔ اور اس علم کے حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید، سنت رسول ﷺ سنت خلفائے راشدین اور صالح لٹریچر سب کے مطالعہ کی ضرورت اور اہمیت ہے۔ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنا خصوصی امتیاز رکھتی ہے۔

۱۳- راہِ حق کے مہلک خطرے

اس رسالے میں مولانا نے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی ہے کہ اقامتِ دین کی راہ میں بیرونی خطروں سے زیادہ اندرونی خطرے تباہ کن ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی طرف سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔ یہ اندرونی خطرات کون کون سے ہیں اور یہ کس طرح سے دعوتی مہم کو ناکام بنا دیا کرتے ہیں؟ اس تفصیل کو جاننے کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

تقسیم ہند کے بعد ہی سے ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک اہم مسئلہ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا خطرہ اور پرسنل لا کا تحفظ رہا ہے۔ اس موضوع پر مولانا کے تین رسائل شائع ہو چکے ہیں:

۱۴- یکساں سول کوڈ اور مسلمان

اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ یکساں سول کوڈ کیا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ ایک مسلمان کے لئے وہ کیوں نا قابلِ قبول ہے؟ اور دین وملت کے لیے وہ اپنے اندر کتنی ہلاکتیں رکھتا ہے؟

۱۵- مسلم پرسنل لا - دینی وملّی نقطۂ نگاہ سے

اس رسالے میں مولانا نے مسلم پرسنل لا، یعنی اسلام کے شخصی اور عائلی قوانین کی شرعی حیثیت، ان کی ملّی اور تہذیبی اہمیت اور مسلمانوں کے لیے ان کی ناگزیریت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۱۶- نکاح کے اسلامی قوانین

اس رسالہ میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے معاملہ نکاح کی حیثیت، نکاح کے دینی، اخلاقی اور تمدنی مصالح، نکاح کے بنیادی اسلامی احکام اور ان احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں پر روشنی ڈالنے کے بعد واضح کیا گیا ہے کہ یہ اسلامی احکام یکساں سول کوڈ کے ممکنہ قوانین نکاح پر ہر طرح سے برتری رکھتے ہیں۔

۱۷- تلخیص تفہیم القرآن

مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن دور حاضر کی ایک بلند پایہ تفسیر ہے۔اسے مولانا صدرالدین صاحب نے وقت کی بہترین تفسیر قرار دیا ہے، جو موجودہ ذہن کو یقین وایمان سے ہم کنار کرتی اور حرکت وعمل پر ابھارتی ہے۔ تفہیم القرآن چھ ضخیم جلدوں میں اور ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مولانا صدرالدین صاحب نے زندگی کے آخری سالوں میں اس ضخیم کتاب کی اسی کے الفاظ میں تلخیص کی۔ یہ تفسیر کے میدان میں مولانا کی ایک اہم خدمت ہے۔ اس سے مولانا مودودیؒ کی تحریکی فکر کو مزید وسعت حاصل ہوئی ہے۔ ۱۹۸۴ء میں اس کا پہلا ایڈیشن نکلا تھا، اس کے بعد سے ۲۰۰۴ء تک اس کے ۲۴ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ۵۰ ہزار سے زائد اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ خیال ہے کہ پڑوسی ملک پاکستان میں بھی اس کی اسی طرح وسیع پیمانے پر اشاعت

ہورہی ہے، اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، بعض ہندوستانی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

مولانا محترم نے بعض اہم کتابوں کے ترجمے بھی کئے ہیں۔

۱۸- اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فقہی اختلافات اور ان کے اسباب پر 'الانصاف فی بیان سبب الاختلاف' کے نام سے ایک جامع رسالہ لکھا تھا۔ یہ اسی رسالہ کا رواں اور دل کش ترجمہ ہے۔

۱۹- افادات شاہ ولی اللہؒ

یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور تصنیف 'حجۃ اللہ البالغۃ' کے چند خاص ابواب کا ترجمہ ہے۔

۲۰- حقیقتِ عبودیت

عبادت کے موضوع پر امام ابن تیمیہؒ کا ایک اہم رسالہ 'العبودیۃ' کے نام سے معروف ہے۔ اس میں عبادت کے وسیع اور جامع تصور کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ کتاب اس رسالہ کا شگفتہ ترجمہ ہے۔

۲۱- متفرق مقالات

مولانا نے مختلف مواقع پر مقالات اور مضامین بھی لکھے ہیں۔ ان مقالات کا اب تک کوئی مجموعہ شائع نہیں ہو سکا ہے۔

مولانا اپنی دینی، علمی اور تحریکی خدمات کے ساتھ طویل علالت کے بعد ۱۲/نومبر ۱۹۹۸ء کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا کرے، ان کے درجات بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

☆☆☆